اصلاحی تقریریں (۲۵)

دو قومی نظریہ

جس پر پاکستان بنا

مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

موضوع = دو قومی نظریہ جس پر پاکستان بنا
بیان = حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ
باہتمام = محمد ناظم اشرف
ناشر = بیت العلوم۔ ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
فون: ۷۳۵۲۴۸۳

ملنے کے پتے

بیت العلوم	=	۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات	=	۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات	=	موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت	=	اردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت القرآن	=	اردو بازار کراچی نمبر ۱
ادارۃ القرآن	=	چوک لسبیلہ گارڈن ایسٹ کراچی
ادارۃ المعارف	=	ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دارالعلوم	=	جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوقومی نظریہ

بعداز خطبۂ مسنونہ ! امابعد:

بھارت کی سابق وزیر اعظم اندرا گاندھی نے سقوطِ مشرقی پاکستان کا خونی ڈرامہ رچانے کے بعد کہا تھا کہ" ہم نے دو قومی نظریہ کو(جس پر پاکستان بنا ہے) خلیج بنگال میں ڈبو دیا ہے"۔اور بعض نجی مجلسوں میں یہ بھی کہا تھا کہ" اب ہمارا اگلا نشانہ سندھ ہوگا"۔ دوقومی ، یا دوملی نظریہ صرف پاکستان کا نہیں، بلکہ قرآن وسنت کا نظریہ ہے اور اسلامی سیاست کا ایک اہم اصول ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان ایک ملت ہیں اور کافر دوسری ملت، قرآن کریم کا واضح اعلان ہے کہ

"هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ"

"اللہ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا (جس کا تقاضا تھا کہ اس پر سب ایمان رکھتے اور سب مومن ہوتے لیکن) پھر تم میں سے بعض کافر ہوگئے اور بعض مومن رہے" (سورۃ تغابن۔۲)

اس آیت کے لفظ "فَمِنْکُمْ "میں جو حرف فا ہے، اردو میں اس کا ترجمہ "پس" یا "پھر" کیا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں کی تخلیق وآفرینش کے ابتدائی دور میں کوئی انسان کافر نہیں تھا۔ یہ کافر اور مومن کی تقسیم بعد میں کچھ لوگوں کے کافر ہوجانے سے وجود میں آئی۔ ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوئی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:۔

"کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُّوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہِ یُهَوِّدَانِہٖ اَوْیُنَصِّرَانِہٖ"

"ہر بچہ فطرت سلیم پر پیدا ہوتا ہے (جس کا تقاضا مومن ہونا ہے) پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی وغیرہ بنادیتے ہیں۔"

(تفسیر معارف القران)

دنیا بھر کے مسلمان ایک ملت ہیں اور کافر دوسری ملت:

بہرحال اوپر سورۃ تغابن کی جو آیت ذکر کی گئی اس میں قرآن حکیم نے تمام بنی آدم کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے" کافر اور مومن" جس کا حاصل یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی ساری اولاد جو ایک برادری تھی اور دنیا کے سب انسان اس برادری کے افراد تھے اس برادری کو توڑنے اور الگ الگ گروہ بنانے والی چیز صرف کفر ہے، جو لوگ کافر ہوگئے وہ انسانی برادری کا رشتہ توڑ کر مومن برداری سے خارج ہوگئے اس لئے مسلمان خواہ کسی ملک اور خطہ کا ہو کسی بھی رنگ اور قبیلہ کا ہو کوئی زبان بولتا ہو، ان سب کو قرآن حکیم نے ایک برادری قرار دیا۔ ارشاد ہے:۔

"اِنَّما الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ"

" مسلمان تو سب (ایک دوسرے کے) بھائی ہیں"۔ (سورۃ الحجرات۔۱۰)

اور دوسری طرف اسلام نے قیامت تک کے لئے یہ قانون بنادیا کہ مسلمان اور کافر اگرچہ آپس میں باپ بیٹے یا حقیقی بھائی ہوں تب بھی وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

''لَا یَرِثُ الْمُسْلِمُ الْکَافِرَ وَلَا یَرِثُ الْکَافِرُ الْمُسْلِمَ''

'' مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا''

(صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۰۱۸)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :

''لَا یَتَوَارَثُ اَھْلُ مِلَّتَیْنِ شَتّٰی''

''دو مختلف ملّتوں (دین) والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے'' (سنن ابی داؤد ۔ حدیث ۲۹۱۱)

اس طرح قرآن وسنت نے دنیا کے تمام انسانوں کو دو الگ الگ ملّتوں میں تقسیم کرکے فیصلہ کردیا کہ مسلمان ایک ملت ہیں اور کافر دوسری ملت، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ تمام کفار سے برسرپیکار رہاجائے اور ان کے کوئی حقوق تسلیم نہ کئے جائیں۔ اس کے برعکس قرآن وسنت میں کافروں کے ساتھ معاملات اور برتاؤ کے سلسلے میں جو تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں، ان میں ان کے ساتھ حسن سلوک ، انصاف ، خیر خواہی ، مداراۃ ، اور رواداری کی ہدایات بھی

اہمیت کے ساتھ شامل ہیں اور ان کی حدود مقرر کی گئی ہیں۔

غیر مسلموں سے تعلقات کی حدود

اس سلسلے میں اسلامی ہدایات اور ضوابط کا ایک مختصر خاکہ یہ ہے۔

ان کے ساتھ بھی عدل وانصاف کرنا فرض ہے:

اسلام نے ہمیں کفار کے ساتھ بھی عدل وانصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ ہر حال میں ہمارا مقدس فریضہ ہے، اگرچہ وہ ہم سے برسر پیکار ہوں، بلکہ اسلام میں تو عدل وانصاف جانوروں کے ساتھ بھی واجب ہے کہ ان کی طاقت سے زیادہ بار ان پر نہ ڈالا جائے اور ان کے چارے اور آرام کا مناسب انتظام کیا جائے۔قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ''

''اے ایمان والو! کھڑے ہوجایا کرو اللہ کے

واسطے انصاف کی گواہی دینے کو، اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، عدل کرو۔ یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ اللہ کو تمہارے ہر عمل کی پوری خبر ہے۔ (سورۃ المائدہ۔۸)

صلح کرلینا بھی جائز ہے:

اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کا تقاضا ہو تو ان سے صلح (ترک جنگ) کا معاہدہ کرنے کی بھی اجازت ہے۔ قرآن حکیم ہی کا ارشاد ہے کہ

"وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ"

اور اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکیں تو آپ کو بھی (اجازت ہے کہ اگر اس میں مصلحت دیکھیں تو) اس طرف جھک جایئے اور (اگر باوجود مصلحت کے یہ احتمال ہو کہ یہ ان کی چال ہو تو) اللہ پر بھروسہ رکھئے (ایسے احتمالوں سے اندیشہ نہ

کیجئے) بلا شبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے(ان کے اقوال اور احوال کوسنتا جانتا ہے ان کا خود انتظام کردے گا)

(معارف القرآن صفحہ۲۷۱ ج ۴) (سورۃ الا نفال ۔ ۶۱)

دوطرفہ تعاون کا معاہدہ بھی ایک حد تک جائز ہے:

بعض شرائط کے ساتھ ان سے ایک حد تک دوطرفہ تعاون کا معاہدہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے جواھرالفقہ ص۲۰۴ تا ۲۱۷ جلد ۲)

تجارتی معاملات کی بھی گنجائش ہے:

حسب ضرورت ومصلحت ان سے خرید وفروخت اور تجارتی معاملات کرنے کی بھی اجازت ہے۔ لیکن بلا ضرورت مسلمانوں کو چھوڑکر کفار ومشرکین کے ساتھ معاملات اور تجارت نہ کی جائے۔

(جواہر الفقہ ص۱۸۳ تا ۱۸۶' ص۱۸۸ تا ص۱۹۰)

ہمارے ملک کے غیر مسلموں کے حقوق ہمارے فرائض ہیں

جو غیر مسلم ہمارے ملک میں ہماری اجازت سے داخل

ہوں (مثلاً ویزا وغیرہ لے کر) یا ہمارے ملک کے باشندے اور ہمارے قانون کے پابند ہوں، ان کی جان ومال اور آبرو کی حفاظت اور ان کی عبادات میں عدم مزاحمت بھی ہماری ذمہ داری قرار دی گئی ہے۔

"عن صفوان بن سليم عن عدة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ابائهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : ألا من ظلم معاهدا أو انتقصهٗ أو كلّفه فوق طاقته أو أخذ منه شئياً بغير طيب نفس فانا حجيجه يوم القيامة".

(مشكوة المصابيح ۳۵۴)

حضرت صفوان بن سلیم چند صحابہ کرام کے صاحبزادوں سے اور وہ اپنے والدوں کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: خبردار جو شخص کسی معاہد (یعنی ایسے کافر جو اسلامی مملکت کے ماتحت رہتے ہیں یا باہر سے ویزا لیکر آتے ہیں) پر ظلم کریگا یا اس کے حقوق میں کمی کریگا یا اس کی طاقت سے زیادہ بار ڈالے گا یا اس سے کوئی چیز

اس کی مرضی کے بغیر (ناحق) لیگا تو قیامت کے
دن میں اس کے خلاف فیصلہ کن گواہی دوں گا
(اللہ تعالیٰ کی عدالت میں)

"ان اللّٰہ تعالی لم یحل لکم ان تد خلوا
بیوت أھل الکتاب إلاّ با ذن ولا ضرب
نسائھم ولا أ کل ثما رھم (ابوداؤد کتاب الامارۃ)"

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اھل کتاب کے
گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے، ان کی
عورتوں کو مارنے پیٹنے اور ان کے پھل (بلا
اجازت) کھانے کو حلال نہیں فرمایا"۔

ان کے ساتھ احسان کرنا مستحب ہے:

جو غیر مسلم ہم سے بر سر پیکار اور ہمارے درپے آزار نہ ہوں اور ہمارے دینی مقاصد میں حائل نہ ہوں ان کے ساتھ ہمیں رواداری ، ہمدردی ، خیر خواہی اور احسان کرنے کی بھی اجازت ہے۔ بلکہ قرآن وسنت میں اس کی تلقین وتاکید کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

''لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ اِلَيْهِمْ ط''

''اللہ تعالیٰ تم کوان لوگوں کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمھارے گھروں سے نہیں نکالا''۔ (سورۃ ممتحنہ۔۸)

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ کی والدہ بحالت کفر مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ پہنچیں۔ (مسند احمد کی روایت میں ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ کفار مکہ سے صلح حدیبیہ ہو چکی تھی، ان خاتون کا نام قبیلہ ہے) تو حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری والدہ مجھ سے ملنے کے لئے آتی ہیں، اور وہ کافر ہیں میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنی والدہ کی صلہ رحمی کرو، یعنی ان کیساتھ اچھا سلوک کرو، اس پر (سورہ ممتحنہ) کی یہ آیات نازل ہوئی جس میں اس قسم کے دوسرے غیر مسلموں کیساتھ بھی حسن سلوک

اور احسان کا معاملہ کرنے کا حکم بیان فرما دیا گیا۔

(تفسیر معارف القرآن ص ۴۰۵ ج ۸)۔

فقہائے کرام نے وضاحت کی ہے کہ کوئی کافر بیمار ہو تو اس کی مزاج پرسی اور عیادت جائز ہے، اور ان میں سے کوئی مرجائے تو اس کی تعزیت بھی جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پڑوسی یہودی بیمار ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عیادت فرمائی۔ (ہدایہ ورد المحتار ص ۳۴۱۔ ج ۵)

لیکن دوستی جائز نہیں:

یہ سب کچھ ہے لیکن اسلام کی معتدل اور متوازن تعلیمات نے ہمیں اپنے دین وملت کی حفاظت اور ملی تشخص کی خاطر ساتھ ہی یہ ہدایات بھی دی ہیں کہ کسی بھی قسم کے کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ، ایسا میل جول اور ربط وضبط پیدا کرنے کی بھی اجازت نہیں دی جس سے ان کے ساتھ محبت والفت کا اظہار ہوتا ہو، کیونکہ مسلمان جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعوے دار ہے وہ ان کے دشمنوں کو اپنا دوست کیسے بنا سکتا ہے۔ ایسے تعلقات کو قرآن حکیم نے قطعی طور پر حرام اور ممنوع قرار دیا ہے۔

ارشاد ہے:

”یـآ ایھُّـا الَّـذِیْـنَ آمِـنُـوالَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالـنَّـصٰـرٰیٓ اَوْلِیَاءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِنکُمْ فَاِنَّه مِنھُمْ“

” اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو دوست مت بنانا وہ خود ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں، جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا تو بلا شبہ وہ انہیں میں سے ہوگا“

اس سورۃ میں آگے ارشاد ہے:

”یآایھُّا الَّذِیْنَ آمنُوا لا تَتَّخِذُو الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْـنَـکُـمْ ھُزُواًوَّلَعِباً مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُواْ الِکتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَاءَ“

” اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب (تورات وانجیل) مل چکی ہے جنھوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنا رکھا ہے، ان کو اور اس طرح کے دوسرے کافروں کو دوست مت بناؤ“۔

سورۃ ممتحنه کو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی اس حکم سے فرمایا ہے کہ:

”یـاایُّھَـا الَّـذِیْنَ اَمَنُوا لَا تَتَّخِزُوا عَدُوِّیْ وَعَدُ

وَّكُمْ اَوْلِيَآءَ‘‘

’’اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ‘‘۔ (سورۃ ممتحنہ۔۱)

غیر مسلموں کو اپنا راز دار اور بھیدی بنانا بھی جائز نہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

’’یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ آ مَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْءلُوْنَکُمْ خَبَالاً‘‘

’’اے ایمان والو! غیروں کو اپنا بھیدی نہ بناؤ، وہ تمہیں برباد کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے۔

(سورۃ آل عمران۔۱۱۸)۔

وضع قطع اور طرز معاشرت میں ان کے ساتھ ایسی مشابہت اختیار کرنا بھی ممنوع ہے جس سے اسلام کے امتیازی نشانات اور ملی تشخص گڈمڈ ہونے لگیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ‘‘

(سنن ابی داؤد حدیث ۴۰۳۱)

"جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کر لی وہ اس قوم میں سے سمجھا جائے گا"۔

جو کافر حالت کفر میں مر گئے ان کے لئے مغفرت کی دعا کرنے کو بھی قرآن حکیم نے ممنوع فرمادیا ہے۔ سورۃ توبہ میں ارشاد ہے:

"مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُوْلِیْ قُرْبٰی مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ"

"نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں، اگرچہ وہ رشتہ دار ہی (کیوں نہ) ہوں اس بات کے ظاہر ہوجانے کے بعد کہ یہ لوگ (کفر پر مرنے کی وجہ سے) دوزخی ہیں"۔ (سورۃ توبہ ۱۱۳)

البتہ زندہ کافروں کے لئے ہدایت واصلاح کی دعا جائز ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے موقع پر مشرکین مکہ کے لئے دعا فرمائی کہ

"رَبِّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ"

"اے میرے رب میری قوم کو ہدایت عطاء فرمادے کیونکہ انہیں (حقیقت) معلوم نہیں"۔

اللہ کے راستہ میں جہاد:

بلکہ جو کفار مسلمانوں سے برسرِ پیکار یا ان کے درپے آزار ہوں یا اسلام کی سربلندی کی راہ میں رکاوٹ بنیں، ان سے تو ہمیں جہاد کا حکم ہے، ایسے کافروں کے بارے میں قرآن حکیم نے ہدایت کی ہے کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی تقلید کریں جنہوں نے اپنے ایسے ہی کافر ہم وطنوں اور اہل خاندان سے صاف کہہ دیا تھا کہ

"اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنۡكُمۡ وَمِمَّا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ كَفَرۡنَا بِكُمۡ وَبَدَا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةُ وَالۡبَغۡضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَحۡدَهٗۤ"

"ہم تم سے اور ان (بتوں) سے بیزار ہیں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ہم تمہارے منکر ہیں اور جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ گے ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کھلم کھلا

عداوت اور دشمنی رہے گی"۔ (سورۃ ممتحنہ ۔۴)

خلاصہ یہ کہ قرآن وسنت نے دنیا کے تمام انسانوں کو "مومن اور کافر" دوملتوں میں تقسیم کر کے دونوں کے درمیان تعلقات ،معاملات اور جنگ وصلح کی حدود بھی نہایت اعتدال اور توازن کے ساتھ مقرر فرمادی ہیں اور ان کو گڈمڈ کرنے کی اجازت نہیں دی۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق وباطل ہوتو فولاد ہے مومن

عہد رسالت اور خلافت راشدہ میں کافروں سے جتنے جہاد ہوئے وہ اسی دوملی نظریہ پر مبنی تھے، ساری صلیبی جنگیں اسی بنیاد پر لڑی گئیں، انبیاءؑ سابقین کو کافروں سے جتنے معرکے پیش آئے ان سب میں یہی دوملی نظریہ کارفرما تھا۔

نظریہ پاکستان:

اور پاکستان کا وجود بھی اسی نظریہ کا مرہون منت ہے جو ہندوستان کو تقسیم کر کے محض اس لئے حاصل کیا گیا ہے کہ مسلمان یہاں دوسری قوموں سے آزاداور خود مختار رہ کر خدا پرستی اور قرآن وسنت کے ہمہ گیر نظام عدل اور معاشی انصاف کی بنیاد پر اسلام کا

پاکیزہ فلاحی معاشرہ قائم کرسکیں اور اسے مضبوط ترقی یافتہ اسلامی ریاست بنا سکیں۔ اسے حاصل کرنے کے لئے ہم نے نعرہ لگایا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا ؟ لا الہ الا اللہ، پھر جب ہندو کانگریس نے مسلمانوں کو اپنی اکثریت کے جال میں پھانسنے کے لئے ''ہندو مسلم بھائی بھائی'' کا نعرہ چلتا کیا تو ہم سب نے مل کر ''مسلم مسلم بھائی بھائی'' کا جوابی نعرہ بلند کیا، جس سے پورا برصغیر گونج اٹھا تھا، یہ صرف جذباتی نعرہ نہ تھا یہ ہمارے عقیدے اور ایمان کی آواز اور ہمارے سیاسی منشور کا عنوان تھا۔ ہم اس دو ملی نظریہ کے ترجمان تھے جو ہمیں قرآن وسنت نے عطا کیا ہے، اسی نظریہ کی طاقت پر ہم نے بیک وقت تین طاقتوں انگریزوں، ہندوؤں اور سکھوں سے چومکھی لڑکر پاکستان حاصل کیا۔

دو ملی نظریہ عالمی اتحاد کا پیغام:

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ انسانی برادری کو مختلف سیاسی نظریات نے کہیں رنگ کی بنیاد پر تقسیم کیا۔ جیسا کہ جنوبی افریقہ اور برطانیہ میں ہورہا ہے کہ وہاں جو حقوق کتے کو حاصل ہیں کالے آدمی کو حاصل نہیں، کہیں نسل کی بنیاد پر تقسیم کیا گیا جیسا

کہ اسلام سے پہلے قبائل عرب کا حال تھا اور آج بھی دنیا کے بعض قبائلی علاقوں میں ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے خون کا پیاسا نظر آتا ہے، اور کہیں اس برادری کو زبان اور وطن کی بنیاد پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ جیسا کہ لسانی اور وطنی قومیت کی بنیاد پر آج پاکستان میں ایک بھائی دوسرے بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔ ان سب کے برخلاف اسلام نے بنی نوع انسان کی تقسیم کا مدار ''ایمان اور کفر'' پر رکھا ہے۔ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ صرف یہی ایسی تقسیم ہے جو انسانی برادری کے مکمل اتحاد کا وسیع ترین میدان اور موثر ترین پیغام بھی ساتھ رکھتی ہے، اس لئے کہ ''مومن اور کافر'' ان دو ملتوں کی بنیاد ایسی دو چیزوں پر ہے جو ہر انسان کے اختیار میں ہیں، کیونکہ ایمان بھی انسان کے اختیار میں ہے اور کفر بھی، اگر کوئی شخص ان میں سے ایک ملت چھوڑ کر دوسری ملت میں شامل ہونا چاہے تو بڑی آسانی سے اپنے عقائد بدل کر دوسری ملت میں شامل ہو سکتا ہے، چنانچہ آخری زمانے میں جب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق وہ دور پھر واپس آجائے گا کہ دنیا کے تمام انسان ایمان لا کر ایک ملت ہو جائیں گے اور انسانی برادری جو کفر کی وجہ سے دو ملتوں میں بٹ گئی تھی اس کا بٹوارہ

ختم ہوجائے گا۔

(تفسیر معارف القرآن ص۲۰۳ تا ص ۲۰۵ ج ۲)

آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
بزم گل کی ہم نفس بادصبا ہوجائیگی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہوجائیگی

وطنی لسانی اور نسلی قومیت فساد عالم :

برخلاف قبیلہ خاندان رنگ وزبان اور ملک ووطن کے کہ کسی انسان کے اختیار میں نہیں کہ اپنا قبیلہ وخاندان بدل دے۔زبان اور وطن اگرچہ بدلے جاسکتے ہیں مگر زبان اور وطن کی بنیاد پر بننے والی قومیں دوسروں کو عموماً اپنے اندر جذب کرنے پر آمادہ نہیں ہوتیں اگرچہ ان کی ہی زبان بولنے لگیں اور ان کے وطن میں آباد ہوجائیں۔غرض ان غیر فطری تقسیموں میں بٹ جانے کے بعد انسانی برادری کے اتحاد اور پائیدار عالمی امن کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا، بلکہ وطن اور نیشنلزم کی بنیاد پر جو تقسیم ہوتی ہے اس کی رو سے تو انسانی برادری پہلے ملکوں کی بنیاد پر تقسم کی گئی پھر اس کا بٹوارہ صوبوں کی

بنیاد پر کیا جانے لگے اور اب تو شہروں اور محلوں کی بنیاد پر بھی تقسیم کا المناک منظر ہمارے سامنے ہے۔

تفریق ملل حکمت افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملّتِ آدم

انسانیت کو ان لا محدود تباہیوں سے بچانے کے لئے قرآن وسنت کی ان صریح ہدایات اور دیگر بہت سی آیات واحادیث نے واضح کردیا کہ پوری دنیا میں گروہ بندی صرف ایمان اور کفر کی بنیاد پر ہوسکتی ہے، رنگ اور زبان، نسب اور قبیلہ، وطن اور ملک میں سے کوئی چیز اس قابل نہیں کہ اس کی بنیاد پر انسانی برادری کو مختلف گروہوں میں بانٹ دیا جائے۔ ایک باپ کی اولاد اگر مختلف شہروں میں بسنے لگے یا مختلف زبانیں بولنے لگے یا ان کے رنگ میں تفاوت ہو، تو وہ الگ الگ گروہ نہیں ہوجاتے، رنگ وزبان اور ملک وطن کے اختلاف کے باوجود یہ سب آپس میں بھائی رہتے ہیں، ان کو مختلف گروہ قرار دینا عقل وحکمت کی بات نہیں ہوسکتی۔ ہاں کفروہ بدترین اختلاف ہے اور اپنے خالق ومالک اور پالنے والے کے خلاف اعلان بغاوت ہے جس نے پوری انسانی برادری کو الگ الگ ملّتوں میں بانٹ دیا۔

مسلم برادری:

رنگ ، زبان اور قبائل کے اختلاف کو قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانی اور انسان کے لئے بعض فوائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ایک نعمت تو قرار دیا ہے۔

(سورۃ الروم۔ آیت نمبر ۲۲ وسورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۳)

لیکن اس کو بنی آدم میں گروہ بندی کا ذریعہ بنانے کی اجازت نہیں دی اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں قبائل کو گروہ بندی کی بنیاد بنا دیا گیا تھا اسلام نے ان سب بتوں کو توڑ ڈالا۔

کفار مکہ جو آنحضرت ﷺ کے ہم وطن ، ہم زبان اور ہم قبیلہ تھے۔ آپ نے اور آپ ﷺ کے جان نثار صحابہ کرامؓ نے ایمان وکفر کی ہی بنیاد پر ان سے دشمنی مول لی ، آبائی وطن سے ہجرت کی اور اپنے رشتہ داروں تک سے بار بار جہاد فرمایا، اُن سے الگ ایک ''مسلم برادری'' قائم فرمائی جس میں انصار مدینہ کو اور حبشی ، رومی اور فارسی (ایرانی) مسلمانوں کو بھائی بنا کر گلے سے لگا لیا۔ جس قبیلے اور جس علاقے کے لوگ مشرف بہ اسلام ہوتے گئے وہ اس برادری میں شامل ہوتے چلے گئے اسلام نے ان کو سبق ہی یہ دیا تھا کہ:

بتانِ رنگ وبو کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

ایک سفر میں دوصحابیوںؓ کے درمیان جھگڑا ہوا۔ ایک مہاجر تھے دوسرے انصاری، مہاجر نے انصاری کی پشت پر مار دیا۔ انصاری نے اپنی مدد کے لئے انصار کو پکارا ''یا للاَنصار'' اورمہاجر نے مہاجرین کو پکارا ''یا لَلْمُھَاجرین'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آواز سنی تو پوچھا:۔

''مامال دَعوٰی الجَاھِلِیّہ''

''یہ جاہلیت کے الفاظ کیوں پکارے جارہے ہیں؟''

لوگوں نے واقعہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

''دَعُوھَا فانِھّا مُنتِنہ''

''ان (متعصابانہ اور گروہ بندیوں کے) الفاظ کو چھوڑ دو، کیونکہ ان میں (جاہلیت اور کفر کی) بدبو ہے''

(جامع ترمذی۔ حدیث ۳۳۱۵)

یہی وہ اسلامی برادری اور ایمانی اخوت تھی جس نے تھوڑے ہی عرصے میں مشرق ومغرب، جنوب وشمال، کالے گورے، امیر

وغریب اور عرب وعجم کے بے شمار افراد کو ایک لڑی میں پرو دیا اور مسلمان دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن گئے۔

پرانا جال، نیا شکاری:

اس طاقت کا مقابلہ دنیا کی قومیں نہ کرسکیں تو انہوں نے پھران بتوں کو زندہ کیا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاش پاش کر ڈالا تھا۔ مسلمانوں کی عظیم ملت واحدہ کو ملک ووطن، رنگ وزبان اور نسب وقبائل کے مختلف ٹکڑوں میں تقسیم کرکے ان کو باہم ٹکرادیا۔ اسپین (اندلس) سے مسلمانوں کا تقریباً ایک ہزار سالہ اقتدار اسی آپس کی پھوٹ کی نذر ہوا۔ ترکی خلافتِ عثمانیہ اسی ٹکراؤ کے نتیجہ میں پارہ پارہ ہوئی اور ...... سقوطِ مشرقی پاکستان کے المناک سانحہ کے لئے بھی بھارت نے اسی وطنی اور لسانی قومیت کو آلہ کار بنایا۔ عرب ممالک تو "عربی قومیت" کے فریب سے اس کے تلخ وسنگین تجربات کے بعد کسی حد تک نکل بھی گئے، بنگلہ دیش بھی بنگالی قومیت کی تباہ کاریوں سے نڈھال ہو کر "مسلم ملت" کی طرف واپس آرہا ہے۔ لیکن پاکستان اور خصوصاً سندھ میں لسانی اور وطنی قومیت کے نئے بت تراش لئے گئے ہیں، جن کی بنیاد پر مسلمانوں کی ملت واحدہ کو پھر

ٹکڑے ٹکڑے کیا جارہا ہے۔ لسانی اور وطنی عصبیتوں نے ایسا اندھا کردیا ہے کہ مشرقی پاکستان کی طرح اب پھر بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے ۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجتہ الوداع میں بڑی دل سوزی سے یہ وصیت فرمائی تھی کہ :

''لَا تَرجِعُوا بَعدِی کُفَّاراً یَّضرِبُ بَعضُکُم رَقَابَ بَعضٍ''

''میرے بعد تم کافر نہ ہوجانا کہ آپس میں ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگو''

طرفہ تماشہ یہ ہے کہ ہر خود ساختہ لسانی گروہ اپنے مقتولوں کو شہید کا مقدس خطاب دینے پر مصر ہے۔ حالانکہ رحمتہ للعالمین ﷺ ایسی لڑائی میں مرنے والوں کے بارے میں آگاہ فرما چکے ہیں کہ :

''اذَا التَقَی المُسلمَانِ بِسَیفَیهِمَا فَقتَلَ احدُهُما صَاحِبَه فَالقَاتِلُ وَالمَقتُولُ فِی النَّارِ''

''جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر آپس میں لڑیں اور ان میں سے کوئی دوسرے کو قتل کرڈالے تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں

جائیں گے (کیونکہ مقتول کا ارادہ بھی قتل کرنے کا
تھا۔)" (سنن نسائی۔ حدیث ۴۱۲۴)

اب جن گھناؤنی عصبیتوں کا صور پھونکا جارہا ہے ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہر مسلمان کے کانوں تک پہنچ جانا چاہئیے کہ:

"لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰی العَصَبِیَّۃُ لَیْسَ مِنَّا مَنْ
مَّاتَ علٰی عَصَبِیّۃ"

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی طرف
بلائے۔ اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جس کی
موت عصبیت پر آئے"

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جَم اور
ساقی نے بنا کی روشِ لطف وکرم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حَرم اور
تہذیب کے آذر نے تر شوائے صَنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ ملت کا کفن ہے

یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے
غارت گرِ کا شانہء دینِ نبوی ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مُصطفویؐ ہے
نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفویؐ خاک میں اس بُت کو ملادے

ہماری کمزوریاں:

اس شرمناک خانہ جنگی کی پشت پر ہمارے دشمنوں کی سازشیں تو کارفرما ہیں ہی لیکن یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ کوئی بیرونی سازش اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک اسے ہماری کچھ ایسی کمزوریاں ہاتھ نہ آجائیں جن کے ذریعہ وہ اپنے مکرو فریب کا تانا بانا بن سکیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہماری سب سے بڑی کمزوری وہ ظلم، بدعنوانیاں اور حق تلفیاں ہیں جن کا موجودہ سرمایہ دارانہ اور جاگیر دارانہ نظام میں بازار گرم ہے، اور جو اس ظالمانہ نظام کی بے دین فضا نے قدم قدم پر پھیلا رکھی ہیں۔ نئی نسل اس صورت حال پر مضطرب ہے اور اس اضطراب کو بنیاد بنا کر بیرونی

سازشوں نے ان پر لسانی اور صوبائی عصبیت کا جال پھینکا ہے۔ اگر اسلام کا صرف نام لے کر نہیں، بلکہ اسلام کے نظام معیشت اور نظام عدل کو عملاً نافذ کر کے ان مظالم، بدعنوائیوں اور حق تلفیوں کا خاتمہ کر دیا جائے تو کچھ غدار تو شاید پھر بھی ملک میں باقی رہیں، لیکن ان سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کا راستہ بند ہو جائے گا جو نہ ملک کے دشمن ہیں نہ اسلام کے باغی، بلکہ انہیں مظالم اور حق تلفیوں نے فساد پر آمادہ کیا ہے۔

ہمارا اصل مسئلہ پنجابی پٹھان سندھی یا مہاجر نہیں، ان میں سے کسی طبقے کو علی لاطلاق ظالم اور دوسرے کو علی الاطلاق مظلوم قرار دینا پر لے درجے کی ناانصافی کی بات ہے، یہ منطق دین ودانش کے کسی خانے میں فٹ نہیں ہوسکتی کہ ظلم ہمیشہ دوسرے علاقے کے باشندے کرتے ہیں اور اگر کوئی اپنا ہم وطن یا ہم زبان ظلم کرے تو وہ ظلم نہیں انصاف ہے اور حقوق کی جدوجہد ہے۔

دراصل ہمارا اصل مسئلہ وہ بے دینی اور خدا فراموشی ہے جو ظالم کو بے خوف وخطر ظلم پر آمادہ کرتی ہے، یہی ذہنیت ہے جس نے ہر جگہ مظالم اور حق تلفیوں کا بازار گرم کیا ہوا ہے۔ یہی ذہنیت دوسروں سے ہر وقت اپنے نہاد حقوق کا مطالبہ کرتی رہتی ہے لیکن

اسے نہ اپنے فرائض کا کوئی احساس ہے نہ دوسروں کے حقوق کا پاس۔

جب تک یہ بے دین اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے عاری ذہنیت موجود ہے اگر ہر صوبہ اور ہر علاقہ خدا نہ کرے الگ بھی ہوجائے تب بھی اسے مظالم اور حق تلفیوں سے نجات نہیں مل سکتی۔ بنگلہ دیش کا تجربہ ہمارے سامنے ہے۔

جلال بادشاہی ہو یا جمہوری تماشا ہو
جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

''وصلی اللہ علی النبی الکریم محمد وآلہ واصحابہ اجمعین''